ایران میں اسلامی انقلاب برپا کرنے والی تحریک کا جائزہ

Tehmina Pervez*

Abstract

Islam is a complete code of life and guides his followers in all walks of life. There is no concept of separation of religious and political issues in Islam.Infact most of the teachings of the Islam relative to collective and social life which could not be implemented until the formation of islamic state. Therefore, the importance of politics and state in the Islam can never be overlooked. The Holy Prophet (peace be upon him) is an ideal for muslim ummah who have worked for Islamic laws to establish better community of Muslims and for that purpose establishment of Madinah is an example. That's way in every era there were movements that struggled for the over throw of the Islamic system. The movement of Imam Khomeini had the same motive, who succeeded in bringing the Islamic revolution in Iran.

Keywords: Islamic revolution, movement, Imam khomein, Iran

تعارف

۲۰ویں صدی میں احیائے اسلام کے لیے بہت سی اسلامی تحریکیں وجود میں آئیں۔ان تحریکوں میں سے ایک تحریک ایران میں اٹھنے والی "امام خمینی" کی ہے۔یہ وہ واحد تحریک ہے جو اسلامی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو سکی۔امام خمینی کی سیاسی جماعت ایک واضح مقصد اور پس منظر رکھتی ہے۔اس کی نظریاتی بنیاد امام حسینؓ کی جدوجہد سے ملتی ہے جبکہ تاریخی لحاظ سے جمال الدین افغانی کی پان اسلام ازم تحریک سے وابستہ ہے۔اس تحریک نے انقلاب برپا کرنے اور بادشاہت سے نجات کے لیے جبر و تشدد کے بجائے جمہوری راستہ کا انتخاب کیا اور مسلسل جدوجہد سے بالآخر کامیابی سے ہم کنار

* **Tehmina Pervez** Research Scholar, University of Karachi. Karachi

ہوئی۔اس تحریک کا پس منظر کیا ہے؟ یہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے کن مراحل سے گزری اس کا ایک جائزہ ذیل میں درج ہے۔

پس منظر

رقبے کے اعتبار سے ایران کا شمار دنیا کے بڑے ممالک میں ہوتا ہے۔ اس کا کل رقبہ 16,48000 مربع کلومیٹر ہے۔ یہاں کی اکثریت آبادی شیعہ ہے۔ مسلک و مذہب کے لحاظ سے آبادی کی نشاندہی کرتے ہوئے مرزا حسین لکھتے ہیں کہ:

"ایران دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ ماضی بعید میں اس کے لوگوں کا مذہب زرتشتی تھا۔ لیکن ایران میں اسلام کی آمد کے بعد سے یہ مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا آج اس کا سرکاری مذہب اسلام ہے ملک میں تقریباً 98 فیصد لوگ مسلمان ہیں۔ جن میں سے 91 فیصد شیعہ اثناء عشری ہیں۔ اس کی علاوہ دیگر اسلامی مکاتب فکر پر عمل کرنے والے مثلاً حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی بھی مکمل مذہبی آزادی اور احترام کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔"(۱)

ایران میں تقریباً ڈھائی ہزار سال بادشاہت کا دور رہا۔ جس نے اسلامی نظام کی اہمیت وافادیت کو یکسر نظر انداز کر کے مسلم قوتوں کو بے دست وپا کر دیا تھا۔ ایسے میں مغربی استعمار اوران کے ایجنٹوں کی سازشیں اس حد تک بڑھ گئیں کہ حکو مت بظاہر تو مسلمان بادشاہوں کی رہی لیکن اختیارات کے اصل کرتا دھرتا مغربی ایجنٹ ہی رہے۔ اور خود مسلم حکمران اپنے آقاؤں کی بالادستی کو مضبوط و مستحکم کرنے میں مصروف رہے اور اپنے مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے انہوں نے ایران پر نو آبادیاتی نظام کو مسلط کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن ہر دور میں ایسے تحریکیں اٹھتی رہیں جو اسلام کی حقیقی معنوں میں سربلندی چاہتی تھیں اور ایران میں اسلام کا بول بالا کرنا چاہتی تھیں۔ کبھی یہ جمال الدین افغانی کی تحریک کی صورت میں ظاہر ہوئی اور کبھی یہ تحریک آیت اللہ شیرازی کی قیادت میں اپنا کام کرنے لگی۔ تو کبھی نہضت جنگل تو کبھی نہضت مشروطے ت اور کبھی گروہ فدائیان اسلام کے نام سے منظر عام پر آئی۔ اگر چہ یہ تحریکیں اٹھتی رہیں اور مٹتی رہیں لیکن ہر دور میں باطل کی سامنے محاذ بناتی رہیں۔ دوسری طرف مغرب ایران کے وسائل پر قبضے کی تگ ودو میں لگ گیا تاکہ اس ملک کو اقتصادی طور پر کمزور کر کے مغرب کا دستِ نگر بنا دیا جائے۔ دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر مغربی استعمار اس حکمت عملی میں کافی حد تک کامیاب رہے اور اپنے چیلوں کے ذریعے ان کے وسائل پر قبضہ جماتا رہا۔ چونکہ ایرانی عوام صدیوں سے اس قسم کی ریشہ دوانیوں، مظالم، استحصال کا مقابلہ کرتی آرہی تھی لہٰذا انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ ان

محرومیوں کا علاج شہنشاہیت سے چھٹکارا پانے میں ہی ہے اور اس کی جگہ اسلامی حکومت کا حقیقی معنوں میں قیام۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ شدید اندرونی اور بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنے اور استقبال شہادت کے جذبے کے ساتھ اسلام کے پرچم تلے متحد ہونے لگے اور مختصر عرصے میں ایسے بے مثال کارناموں کا مظاہرہ کیا کہ مغرب سے مرغوب شہنشاہوں کے تخت لرز کر رہ گئے اور مغرب بھی اسلام کی آفاقی قوت اور فعالیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ عام طور پر دنیا کے پسماندہ ملکوں میں جو اجتماعی اور سیاسی تحریکیں وقوع پذیر ہوتی ہیں ان میں اکثر کا نظریاتی تعلق ان کے سیاسی اور ثقافتی دائرے کے باہر سے ہوتا ہے لیکن ایران میں برپا ہونے والی تحریک کا معاملہ اس سے مختلف رہا ہے۔ ایران میں اٹھنے والی تحریک اور حالات کی صحیح عکاسی کرتے ہوئے مرزا حسین لکھتے ہیں کہ

"مگر یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب کی صورت میں ایک ایسی تحریک منظر عام پر آئی جس نے اپنے معاشرے سے ہی سیاسی، اجتماعی اور نظریاتی حمایت حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ انقلاب سے عالمی حلقے اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان میں سے بعض اب بھی ایران سے روابط رکھنے میں سخت ہیجان اور تردد کا شکار ہیں۔ انہیں بغیر کسی بیرونی امداد کے اس انقلابی کامیابی نے برانگیختہ اور عاجز کر دیا ہے۔"(۲)

ایران میں برپا ہونے والا اسلامی انقلاب دیگر اسلامی تحریکوں کے لیے ایک نوید اور مشعلِ راہ ہے۔ اگرچہ عالمی سطح پر اس انقلاب کو "شیعہ انقلاب" کے نام سے بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے خلاف منفی پروپیگنڈا بھی پھیلایا گیا لیکن اس کے باوجود یہ انقلاب اور یہ تحریک اسلامی دنیا کے لیے بہترین مثال ہے۔ اس تحریک کے اسلامی برادری پر اثرات کے حوالے سے مرزا حسین لکھتے ہیں کہ:

"تحریک اسلامی کے روحِ رواں، انقلاب اسلامی کے قائد اور بنیان گزار جمہوری اسلامی آیت اللہ سید روح اللہ الموسوی الخمینی کی روح پرور ایمان افروز، بےلوث محسن وطن اور دیندار قیادت نصیب ہوئی۔ آیت اللہ خمینی کی قیادت میں ایران کے واقعات نے مکتب اسلام کے سیاسی، اجتماعی، نظریاتی اور ثقافتی اور عقیدتی پہلوؤں کو سبق آموز اور مسحور کن اور دلچسپ انداز میں اہل علم کے سامنے پیش کیا تاکہ اقوام عالم اسلام کے ابدی پیغام اور روحانی ارج و کمال کا بچشم خود مشاہدہ کر سکیں۔"(۳)

ایران کے اسلامی انقلاب کے پیچھے کارفرما تحریک جن بنیادوں پر قائم ہوئی، جن مراحل سے گذری اور مقصد کے حصول کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا اس مقالہ میں اس کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

امام خمینیؒ کی تحریک کا نظریاتی پس منظر

امام خمینیؒ کی تحریک کے نظریاتی پس منظر کو سمجھنے کے لیے "ڈاکٹر شاہین طباطبائی" کا وہ جواب بے حد معاون ہے جو انہوں نے سید اسعد گیلانی کے دورہ ایران کے دوران ایک سوال کے جواب میں دیا تھا۔ سید اسعد گیلانی نے تحریک کی تاریخ جاننے کے لیے محترمہ ڈاکٹر شاہین صاحبہ سے سوال کیا تھا کہ کیا یہ تحریک اچانک ایک دھماکہ کی صورت میں رونما ہوئی ہے یا اس کا کوئی نظریاتی پس منظر ہے؟ ڈاکٹر شاہین طباطبائی کہنے لگیں۔

"اس تحریک کا ایک طویل نظریاتی پس منظر ہے۔ جس طرح آپ کی پاکستان کی تحریک، مصر کی اخوان المسلمون کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ ہم چاہیں تو اس کا نظریاتی رشتہ حضرت امام حسینؓ کی جدوجہد ملوکیت کے خلاف اور خلافت اسلامیہ کے حق میں ہونے والی داستانِ عزیمت سے بھی جوڑ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ہم نے ملوکیت کو اکھاڑا ہے اور امام حسین نے بھی ملوکیت ہی کے خلاف جہاد کیا تھا لیکن یہ محض نظریاتی اور اصولی رشتہ ہے ورنہ ہماری موجودہ تحریک ۱۹۹۰ء سے ایران برپا ہے۔"(۴)

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امام خمینیؒ کی تحریک کا نظریاتی پس منظر حضرت امام حسینؓ کی جدوجہد سے جاملتا ہے۔ امام حسینؓ ملوکیت اور بادشاہت کے خلاف سینہ سپر ہوئے اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے اپنے تمام کوششیں لگادیں۔ امام خمینیؒ نے بھی عوام کو ان کا مقصد سمجھایا اور ان میں شعور اجاگر کیا کہ بے روح مجالس اور ماتم کا کوئی فائدہ نہیں۔ اصل چیز امام حسینؓ کی طرح آج کی یزدیت کے سامنے ڈٹ جانا ہے۔

تحریکِ اسلامی مختلف ادوار میں

بقول ڈاکٹر شاہین طباطبائی "ہماری موجودہ تحریک ۱۹۹۰ء سے ایران میں برپا ہے۔ ہم اسے سید جمال الدین افغانی کی تحریک پان اسلام ازم سے وابستہ کرتے ہیں۔"(۵) ۱۹۹۰ء میں شروع ہونے والی تحریک نے ۱۹۶۱ء تک امام خمینیؒ کی قیادت میں آتے آتے جو سفر طے کیا اور جن مراحل وادوار سے گزری اسکا مختصر جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

جمال الدین افغانی کی قیادت میں تحریک اسلامی:

ایران میں تمبا کو پر انگریزوں کی اجارہ داری کے خلاف جو تحریک چلی اس کے روح رواں سید جمال الدین افغانی ہی تھے۔ انہی کی تحریک پر آیت اللہ مرزا محمد حسن شیرازی نے تمبا کو کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کیا تھا اور تمبا کو کے ذخائر تباہ کر دیے گئے۔ یہ ایران کی ملی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش واقعہ تھا۔ ۱۸۹۰ء میں ایران کے حکمران ناصر الدین شاہ قاچار نے ایران میں تمباکو کی کاشت اور اس کی مصنوعات کا ٹھیکہ ایک برطانوی کمپنی کو دے دیا۔ انگریزوں نے شاہ پر زور ڈال کر اس صنعت کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرالیا۔ علماء ایران نے اس کے پس پشت آنے والے خطرات کا بروقت اندازہ لگالیا اور یہ طے کیا کہ اگر اس وقت کوئی مناسب قدم نہ اٹھایا گیا تو نہ صرف یہ کہ ایرانی قوم کو دھچکا لگے گا بلکہ ملک کی معیشت بھی تباہ و برباد ہو جائے گی اور ایران کی دولت کا ایک بڑا حصہ ملک سے نکل کر برطانیہ چلا جائے گا۔ اس ابتلاءِ کے وقت قوم کے کردار اور ملک کی معیشت کو بچانے کے لیے علماء سرگرم عمل ہو گئے اور اسوقت کے عظیم روحانی پیشواء عالم دین، مرجع تقلید آیت اللہ مرزا محمد حسن شیرازی جو عام طور پر شیرازی کے نام سے مشہور تھے۔ قوم کے نجات دہندہ کے طور پر منظر عام پر آئے اور فتویٰ صادر کر دیا کہ

"آج سے تمباکو کھانا یا پینا، اسے کسی بھی شکل میں استعمال کرنا حرام ہے۔"(۶)

دوسرے الفاظ میں اس فتوی میں یوں تحریر کیا گیا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الیوم استعمال تمباکو و توتون بای نحو کان در حکم محاربہ با امام زمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ است"

یعنی آج سے تمباکو کا استعمال چاہے جس طرح سے بھی امام زمان صلوات اللہ علیہ سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے۔(۷)

یہ فتویٰ تہران پہنچا اور دوپہر سے پہلے ہی اسکی ایک لاکھ نقلیں شہر میں تقسیم ہو گئیں اور صرف چوبیس گھنٹے کے اندر اس فتویٰ کی اطلاع ایران میں گھر گھر پہنچ گئی۔(۸) اس فتویٰ کے ایران پر اثرات کے حوالے سے سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں کہ "اس یک سطری فتویٰ کا اثر یہ ہوا کہ تمباکو کے بڑے بڑے ذخائر جلا دیے گئے، چلمیں اور حقے توڑ دیے گئے۔ یہاں تک فتویٰ کی اگلی صبح بادشاہ ناصر الدین کو بھی حقہ دینے سے ملازم نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ "حقہ نہیں دوں گا خواہ آپ سر ہی کیوں نہ کاٹ دیں کیونکہ مرزا شیرازی نے تمباکو حرام کر دی ہے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایرانی عوام میں علماء کا اثر کس حد تک تھا۔ جمال الدین افغانی جب ایران آئے تو انہوں نے بادشاہوں اور طاغوتوں کے خلاف اسلامی نظامِ زندگی

کے مکمل نفاذ کی جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس وقت برطانوی حکومت ایران کی ہر شے پر قابض تھی۔ سید جمال الدین افغانی نے علماء کا ایک عظیم الشان کنونشن بلایا۔ سلطنت برطانیہ کے طاغوت کے خلاف آواز بلند کی۔"(۹)

یہ تحریک جنگ عظیم اول کے بعد بھی جاری رہی یہاں تک کہ اس تحریک کو دبانے کے لیے رضاخان کو بر سر اقتدار لایا گیا۔ رضاخان نے جمال الدین افغانی کی جاری کردہ تحریک کے مقابلے میں علاقائی قومیت کی بنیاد پر مختلف تحریکیں قائم کیں۔

رضاخان کے دور میں تحریک اسلامی:

رضاخان کا دور تحریکِ اسلامی کے لیے ایک کٹھن دور تھا۔ ایران میں علماء کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے اور اسلامی ثقافت کو نیست و نابود کرنے کے لیے رضاخان نے لباس کو تبدیل کرنے، خواتین کے پردے کو ختم کرنے، دینی مدرسوں کی حوصلہ شکنی کرنے اور مغربی ثقافت کو عام کرنے جیسے منصوبوں پر کام کیا۔ اور ان پر عمل درآمد کے لیے شدید ظلم و ستم کئے گئے۔ بستیوں کی بستیاں اجاڑ دیں گئیں، علماء کا قتل عام ہوا۔ جس کی نتیجے میں علماء کی تحریک زیر زمین کام کرنے لگی۔ رضاخان کے دور کے حالات کا اندازہ اس کی سیاست کے اصولوں سے لگایا جا سکتا ہے جو حمید انصاری نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں۔

"رضاخان پہلوی کی ملکی سیاست کے اصول ان تین بنیادوں پر استوار تھے "پُر تشدد فوجی اور پولیسی حکومت"، "مذہب اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ ہمہ گیر مقابلہ" اور "مغرب پرستی"۔ ان اصول پر وہ اپنے دور بادشاہت میں مکمل طور پر کار بند رہا۔"(۱۰)

اس دور میں بہت سا تنظیمی، دعوتی اور دینی کام ہوا۔ لیکن رضاخان کے حکم سے عزاداری کی مجالس اور وعظ و ارشاد کی محافل پر پابندی عائد کر دی گئی۔ تاکہ مذہبی مبلغین کو یہ موقع نہ مل سکے کہ وہ ایرانی قوم کو ان کے سیاسی اور اسلامی حقوق و فرائض سے آگاہ کر سکیں۔ ان حالات میں تحریک کی پیش رفت سے متعلق سعید حیدر لکھتے ہیں

"ان حالات میں تحریک اگرچہ زیر زمین چلی گئی لیکن ان نازک اور خطرناک حالات میں امام خمینیؒ جو اس عظیم اسلامی درس گاہ (حوزہ علمیہ قم) کے نمایاں ترین عالم دین تھے، مجاہدانہ انداز میں ڈٹ گئے۔ اور انہوں نے رضاخان کی حکومت کے خلاف ابتدائی اقدامات کئے۔ اس تاریک اور وحشت ناک دور میں آپ خاموشی سے نہیں بیٹھے بلکہ آپ نے رضاخان جیسے

بے ایمان کے ظلم ستم کے مقابلے میں پہاڑ کی سی استقامت کا مظاہرہ کیا اور اسکی خلاف مردانہ وار نعرہ بلند کر کے رضاخان کے خوف سے چھائے ہوئے سکوت کو توڑ ڈالا۔ آپ نے مجاہدانہ انداز میں رضاخان کی غیر اسلامی اور غیر انسانی پالیسیوں پر حملہ کیا۔"(۱۱)

محمد رضا کے دور میں تحریک اسلامی:

۱۹۴۱ء جب رضاخان کو معزول کر کے اس کے بیٹے محمد رضا کو بر سر اقتدار لایا گیا تو اس وقت تحریک اسلامی "حلقہ اسلامی" کے نام سے کام کر رہی تھی۔ یہ تحریک علماء، دانشوروں، طالب علموں، نوجوان اور کالجوں کے زیر تعلیم نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ اس کے روح رواں سید محمود طالیقانی تھے۔ اس وقت ایک انجمن اسلام بھی تبلیغ کا کام شروع کر رہی تھی۔ علامہ طالیقانی کی کوشش سے حلقہ اسلامی اور انجمنِ اسلام باہم مدغم ہو گئیں اور اسلامی تحریک کی ابتدائی تنظیم ۱۹۴۳ء میں وجود میں آگئی۔(۱۲)

امام خمینیؒ نے ۱۹۴۳ء میں کتاب کشف الاسرار کی تصنیف و اشاعت کے ذریعے نہ صرف رضاخان پہلوی کی بادشاہت کے بیس سالہ دور میں رونما ہونے والے سانحوں کو بے نقاب کیا بلکہ اسلام اور علماء کرام کا دفاع کرتے ہوئے منحرف عناصر کے شکوک و شبہات اور طعن و تشنیع کا مدلل جواب دیا۔ آپ نے اسی کتاب میں اسلامی حکومت کا تصور پیش کرتے ہوئے اس کی تشکیل کے لیے تحریک چلانے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اگلے سال مئی ۱۹۴۴ء میں امام خمینیؒ کی زندگی کا پہلا سیاسی بیان شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے علماء اسلام اور اسلامی معاشرے سے کھل کر ایک ہمہ گیر تحریک چلانے کی اپیل کی تھی۔ اس بیان کا لہجہ، متن اور مخاطبین واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان افسوس ناک حالات میں امام خمینیؒ کو حوزہ علمیہ سے کسی بروقت تحریک کی توقع نہ تھی۔ بلکہ بیان جاری کرنے کا مقصد خطرے کی گھنٹی بجانا اور نوجوان طالبعلموں کو خوابِ غفلت سے جگانا تھا۔(۱۳)

۱۹۴۳ء تا ۱۹۶۰ء تک تحریک اسلامی کا کام:

محمد رضا کے دور حکومت میں ۱۹۴۳ء تا ۱۹۶۰ء تک تحریک اسلامی نے کس نہج پر کام کیا۔ اس کے متعلق ڈاکٹر شاہین کہتی ہیں کہ

"۱۹۴۳ء تا ۱۹۵۳ء تک دس سال ہمارے خالص نظریاتی سال تھے۔ تعلیم و تربیت اور تنظیم افراد اور کردار سازی کے۔ لیکن جب امریکن سی۔ آئی۔ اے نے ڈاکٹر مصدق کو برطرف کر کے شاہ کی فوجی آمریت قائم کر دی تو پھر اندر ہی اندر تحریک مزاحمت کا آغاز ہو گیا جو ۱۹۶۰ء تک مکمل خفیہ رہی"(۱۴)

تحریک اسلامی فکری محاذ پر

یہ وہ دور تھا جب امام خمینیؒ نے ایران میں فکری محاذ پر کام شروع کیا۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لیے تحریک اسلامی کو مؤثر انداز میں عوام سے متعارف کرانے کے لیے ضروری تھا کہ ایران کے علماء اور عوام کے طرز فکر کی اصلاح کی جائے۔ اگرچہ عوام بادشاہت سے نفرت رکھتی تھی لیکن اس کے باوجود سیاست سے بھی بد ظن ہو چکی تھی۔ جن حالات و وجوہات کی بناء پر فکری محاذ پر کام کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی وہ درج ذیل ہیں۔

کتاب "انقلابِ سفید" کی تدریس کا عوام پر منفی اثر:

اس وقت ملت ایران کا حال یہ تھا کہ استعمار کے زہریلی پروپیگنڈے نے عوام کے ی ذہن کو بگاڑ دیا تھا۔ قرآن کی جگہ درسگاہوں میں کتاب "انقلاب سفید" پڑھائی جانے لگی تھی۔ اور اس "انقلاب سفید" کا ہر ایک کو مداح بنایا جارہا تھا۔ جس نے ملک پر سرمایہ داری کے پنجے سختی سے گاڑ رکھے تھے اور ملک کی زراعت کو تباہ اور معیشت کو مفلوج بنا دیا تھا۔ اس پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی عوام قرآن سے بیگانہ ہوتے چلے گئے اور بادشاہت سے نفرت کے باوجود عملاً وہ کسی مثبت تحریک کو قبول کرنے اور جدوجہد کے لیے تیار نہ تھے۔(۱۵)

اسلامی تحریکوں کے ناکام ہونے کی وجہ سے مایوسی کی فضا:

قاچاری حکومت کا دور ہو یا پہلوی، ہر دور میں اسلام مخالف اقدامات کے خلاف علماء اور اسلامی تحریکیں اٹھتی رہیں اور ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی رہیں۔ کسی حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب بھی رہتیں لیکن بالآخر کچل دی جاتیں یا سازش کا شکار ہو جاتیں علماء اور قیادت کو سولی چڑھا دیا جاتا۔ جس کی وجہ سے عوام اس قدر مایوس ہو چکے تھے کہ سیاست اور ملکی معاملات سے الگ رہنے میں ہی اپنی بھلائی سمجھنے لگے تھے۔

علماء کا منفی کردار:

ان حالات میں بعض علماء کا کردار بھی منفی رہا۔ تقدس مآبی اختیار کرنے والے علماء نے عوام کو ایسے عملیات میں پھنسا دیا تھا جن کی دین میں کوئی اصل نہیں تھی اور انہیں روحِ جہاد سے خالی کر دیا تھا۔ دوسری طرف علماء پوری قوت سے لوگوں کو ہر اس چیز سے بے تعلق رکھنے کی کوشش کر رہے تھے جن کا حکومت سے رابطہ ہو۔ سرکاری مدارس، ریڈیو، ٹیلی وژن، سرکا ری مناصب تمام چیزوں کو علماء نے حرام قرار دیدیا۔۔۔سیاست میں حصہ لینا ایک خلاف شرع کام قرار دیا گیا۔(۱۶)

ان دنوں حوزہ ہائے علمیہ رضا خان پہلوی کے حملوں کی زد میں آنے اور مصلحت اندیشانہ پالیسی پر گامزن ہونے کی وجہ سے گوشہ نشین ہو کر اپنی معاشرتی ذمہ داریاں نبھانے اور میدان میں اُتر کر حالات کا بھرپور مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔(۱۷) اس وقت علماء کا جو حال تھا اس کا اندازہ ایک واقعے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قم میں سینما اور شراب خانہ کھولنے کی خبروں سے عوام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی تھی اور قم کے نوجوانوں نے اسکے خلاف ایک طویل محضر نامہ تیار کیا جس پر سینکڑوں اساتذہ اور طلباء کے دستخط تھے۔ جب یہ محضر نامہ قم کے مذہبی رہنماؤں کے سامنے پیش کیا گیا تو ان میں سے کسی نے حوصلہ افزا ردعمل ظاہر نہیں کیا اور کسی نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔(۱۸)

دین و سیاست کی علیحدگی کا پروپیگنڈہ:

ایک طرف علماء کا یہ رویہ تھا تو دوسری طرف استعماری پروپیگنڈے نے دین و سیاست کی علیحدگی کے تصور کو پھیلانے کی کوشش تیز کر دی اور اگر کوئی عالمِ دین حکومت کے کام میں مداخلت کرتا تو اسے سیاست میں ملوث اور اقتدار طلب قرار دے کر عوام کی نظروں میں گرانے کی کوشش کی جاتی۔(۱۹)

یہ تھے وہ حالات جن میں امام خمینیؒ نے عوام کی اصلاح اور خوابیدہ ملت کو بیدار کر کے اسلام کی راہ راست پر چلنے پر آمادہ کر نے کے لیے

اپنی کوششیں تیز کر دیں، کیونکہ "امام خمینیؒ نے اپنے روحانی بصیرت سے اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لیا تھا اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے تحریک چلانا وہ اپنی بڑی ذمہ داری بھی سمجھتے تھے۔ لیکن اس وقت تک کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہتے تھے جب تک اسکی کامیابی کے لیے تمام ضروری اسباب فراہم نہ ہو جائیں۔"(۲۰)

حالات کی سازگاری کے لیے امام خمینیؒ کے اقدامات

ان حالات میں امام خمینیؒ نے سیاسی واسلامی تحریک کے آغاز کے لیے حالات کو سازگار بنانے پر اپنی توجہ مبذول کرلی اور حالات کو اسلامی تحریک کے حق میں کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کئے۔

۱۔عام تربیت کا آغاز

امام خمینی نے اپنے مساعی کا آغاز عام تربیت سے کیا اور ایک استاد ہونے کی حیثیت سے افراد کی تیاری پر خصوصی توجہ دی۔ جیسا کہ مرزا حسین لکھتے ہیں:

"سید خمینیؒ کو ایک انقلابی رہنما کی حیثیت سے جو شہرت خالص سیاسی دائرے میں حاصل ہوئی اور جس سے وہ کامیابی وکامرانی کی بلندیوں تک پہنچ گئے اس کی ابتداء صاحب قلم اوراستاد کی حیثیت سے ہوئی تھی۔"(۲۱)

امام خمینی کی ساری توجہات اب تک درس وتدریس کی جانب مبذول تھیں اوروہ ایسے علماء تیار کرنے میں مصروف تھے جن کے علم وعمل میں تضاد نہ ہو،دوسروں کے لیے بہترین نمونہ ہوں اور دین کے غلبہ کے لیے جذبہ جہاد سے سرشار ہوں۔لیکن دعوت دین عام کرنے کا تقاضا یہ تھا کہ عمومی اصلاح کے لیے جدوجہد کی جائے اور عام لوگوں کو حمایت دینی کے کام میں شریک کیا جائے۔اس اہم دینی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے امام خمینی نے ابتداء خصوصی اجتماعات کا آغاز کیا۔جن میں منتخب افراد کو شرکت کی دعوت دی جاتی رہی۔پھر بتدریج ان اجتماعات کے دائرے کو وسیع کیا جاتا رہا۔ان اجتماعات میں امام خمینی جو درس دیتے اس کا مقصد لوگوں میں دینی شعور پیدا کرنا،تہذیبِ نفس اور تزکیہ اخلاق کے ذریعے ان کے کردار کی تعمیر کرنا تھا۔آہستہ آہستہ ان اجتماعات میں پڑھے لکھے لوگوں کے علاوہ مزدور،کاریگر اور تاجر پیشہ افراد بھی شرکت کرنے لگے۔ان اجتماعات کی کچھ ہی عرصے بعد اس قدر شہرت ہوئی کہ دوسرے قریبی شہروں سے لوگ قم کارُخ کرنے لگے۔عوام کی اس دلچسپی کو دیکھ کر ہفتے میں دوبار اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ بسہولت شرکت کرسکیں۔(۲۲)

۲۔مرجع تقلید کی قیادت میں تحریک

دین وسیاست کی علیحدگی کے تصور نے لوگوں کے اذہان کو اس قدر مفلوج کردیا تھا کہ ان میں انقلابی روح کا بیدار کرنا ایک امر دشوار بن گیا تھا۔اس صورتحال کا بڑے غوروفکر کے ساتھ جائزہ لینے کے بعد امام خمینیؒ اس نتیجے پر پہنچے کہ ملت ایران

کو صرف ایک ایسی تحریک ہی بیدار کر سکتی ہے جس کی رہنمائی اور قیادت کی باگ ڈور مرجع تقلید وقت کے ہاتھ میں ہو۔اس کے برعکس ہر وہ تحریک جو مرجع وقت کی رہنمائی کے بغیر شروع کی جائے گی وہ عوام کو بیدار نہ کر سکے گی اور بالآخر ناکامی سے دوچار ہو جائے گی۔ یہ حقیقت استعمار اور شہنشاہیت کے خلاف چلائی جانے والی سابقہ سیاسی تحریکوں کی ناکامی سے بھی بخوبی واضح ہو چکی تھی۔(۲۳) یہی وجہ ہے کہ وہ ان انقلابی کوششوں اور سرگرمیوں میں شرکت سے احتراز کرتے جنہیں مرجع تقلیدِ وقت کی رہنمائی حاصل نہ ہو۔(۲۴)

اس لیے امام خمینیؒ نے آیت اللہ العظمی حائری کے انتقال کے بعد آیت اللہ بروجردی کو حوزۃ کی قیادت کی بھاری ذمہ داری سنبھالنے پر آمادہ کرنے کے لیے تگ ودو شروع کر دی اور جب آیت اللہ بروجردی قم تشریف لائے تو ان کی قیادت اور مرجعیت کو مستحکم کرنے کے لیے خود ایک شاگرد کی حیثیت سے ان کے دروس فقہ اور اصول فقہ میں شرکت فرماتے۔ ”آیت اللہ بروجردی کی قیادت کے دوران دینی تعلیمی نظام کے مختلف شعبوں میں تحقیق و جستجو، درس و تدریس اور بحث و تمحیص کے علاوہ امام خمینی ایک طرف سے مرجعیت اور حوزۃ علمیہ کی بالادستی کی حمایت کرتے رہے۔ دوسری جانب روز مرّہ کے مسائل کے بارے میں اپنے تجزیہ و تحلیل کے ذریعے، سیاسی اور معاشرتی معلومات کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ کی حکومت کے عزائم سے بروقت پردہ اٹھانے اور منحرف سوچ رکھنے والے آرام طلب عناصر کے نفوذ کو روکنے میں مصروف رہے۔“(۲۵)

۳۔ علمی درسگاہوں کو متحرک کرنا

امام خمینیؒ نے بڑے سیاسی تدبر سے کام لے کر علمی درسگاہوں کو حرکت میں لانے کا اہم کام کیا۔ کیونکہ کسی بھی قوم کا اصل سرمایہ علمی درسگاہوں میں موجود طالبعلم ہوتے ہیں۔ اس لیے امام خمینیؒ نے بھی تحریکِ اسلامی کو فعال کرنے سے قبل علمی درسگاہوں کو متحرک کرنے کی طرف توجہ دی۔ اور پھر یہی درس گاہیں انقلاب کا مرکز بن گئیں۔ یہاں کے طالبعلموں نے سخت سے سخت حالات میں بھی اپنی جدوجہد برقرار رکھی۔

۴۔ قلمی تحریک کے ذریعے عوام میں بیداری

امام خمینیؒ وقت کے مذہبی رہنماؤں اور مراجع کو اسلامی تحریک کے لیے کام کرنے پر آمادہ کرنے کے ساتھ ساتھ جس قدر حالات اجازت دیتے اپنے قلم کو بھی حرکت میں لاتے۔ شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے ذریعے علانیہ اور پوشیدہ عوام کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے اور ان کے سامنے حکومت پہلوی کے اسلام دشمن عزائم کو بے نقاب کرتے رہتے۔(۲۶)

امام خمینیؒ کی قیادت میں تحریک اسلامی کا نقطہ آغاز

۱۹۶۱ء میں آیت اللہ بروجردی کے انتقال کے بعد شاہ کی حکومت اسلام مخالف منصوبوں کو روبہ عمل لانے میں پہلے سے زیادہ مستعد ہو گئی تھی۔ ایسے میں شاہ کے منصوبوں کے خلاف چلائی جانے والی تحریک کے قائد آیت اللہ خمینیؒ تھے۔ مرزا حسین لکھتے ہیں کہ:

"۱۹۶۱ء کا سال شاہِ ایران کے خلاف آقائے خمینیؒ کی بے مثال جدوجہد کے آغاز کے طور پر یاد کیا جائے گا۔"(۲۷)

امام خمینی کی عوام میں مقبولیت کے حوالے سے مرزا حسین مزید لکھتے ہیں کہ :

"آیت اللہ خمینی کے خلوص، تقدس، تقوی، دین سے محبت، وطن میں غیر اسلامی منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے سعی مسلسل اور سب سے بڑھ کر ان کی ثابت قدمی، مضبوط ارادہ اور ناقابل تسخیر جرات کی وجہ سے ایرانی عوام میں ان کا احترام بڑھتا چلا گیا اور عقیدت مندوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایرانی عوام کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ آیت اللہ خمینیؒ ان کے نجات دہندہ ہیں اس لیے ان کی بات کو سنتے اور اس پر سنجیدگی سے عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس طرح آیت اللہ خمینیؒ کی قیادت میں اسلامی حکومت کے قیام اور اسلامی ورثے کا دفاع کرنے کے لیے منظم اور پُرعزم تحریک کا آغاز ہوا۔"(۲۸)

بلاشبہ انھوں نے گذشتہ کئی برسوں کے دوران اس تحریک کے لیے زمین ہموار کرنے کی کوشش کی تھی اور حوصلہ افزا کامیابیاں بھی حاصل کی تھیں لیکن اب وہ اپنی اسلامی تحریک کو ایک سیاسی و عوامی تحریک بنانے کے لیے کسی مناسب موقع اور محرک کے متلاشی تھے۔ تاکہ اسے عوام میں عام بیداری پیدا کرنے کے لیے بنیاد بنایا جاسکے اور مذہبی رہنماؤں کی حمایت بھی حاصل کی جاسکے۔ ٹھیک اس وقت شاہ کی حکومت نے صوبائی کونسلیں بنانے کا اعلان کیا جو دراصل امریکی

اصلاحات "انقلاب سفید" کے لیے پیشگی انتظامات کی حیثیت رکھتی تھیں۔ حکومت کے اس اقدام نے امام خمینیؒ کی مشکل کو آسان کر دیا۔(۲۹)

آیت اللہ بروجردی کے انتقال کے بعد نو آبادیاتی نظام کے علمبرداروں نے یہ سمجھا کہ اب علماء کا اثر ورسوخ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا انھوں نے شاہِ ایران کو اپنے منصوبوں پر سنجیدگی سے عمل کرنے کی ہدایت کی۔ یہ وہی منصوبے تھے جو یا تو جزوی طور پر نافذ کر دیے گئے تھے یا امریکہ کے زیر اثر نافذ کئے جانے والے تھے۔ اپنے حامیوں کی ہدایات کے بموجب شاہ نے اپنے ماسٹر پلان پر فوری عمل درآمد شروع کر دیا جس کا مقصد ایران میں مغربی تہذیب وثقافت کو رائج کر کے اسلامی اثرات کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا تھا۔(۳۰) حضرت امام خمینی نیشنلسٹوں اور بعض علماء کے برخلاف شاہ سے سازباز کے لیے کبھی بھی تیار نہ ہوئے جبکہ ہمیشہ شاہی حکومت کے بجائے "اسلامی حکومت" کا قیام چاہتے تھے۔ چنانچہ شاہی حکومت کی حقیقت اور اسلام کو مٹانے کی غرض سے امریکہ اور اسرائیل کے منصوبوں اور سازشوں کی نقاب کشائی کے لیے اس وقت آپ نے جو تقریریں کیں اور پیغامات دیئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی ذات ایران اور دنیا کے دوسرے انقلابی عوام کے ایک بڑے بیدار، شجاع اور اعلم کی حیثیت سے پہچانی جانے لگی۔(۳۱)

۸ اکتوبر 1962ء کو امیر اسد اللہ کی کابینہ نے ایک بل کی منظوری دی۔ جس کی رو سے علاقائی اور صوبائی کونسلوں کے رائے دہندگان اور امیدواروں کے مسلمان ہونے، قرآن مجید پر حلف اٹھانے کے علاوہ امیدواروں اور رائے دہندگان کے مرد ہونے کی شرائط حذف کر دی گئیں تھیں۔ نیز بعض دیگر عزائم پر پردہ ڈالنے کے لیے خواتین کو انتخابات میں حصہ لینے کی آزادی دی گئی۔(۳۲)

یہ وہ دور تھا جب بہت سے مذہبی رہنما اس وقت کے وزیر اعظم ڈاکٹر امینی کی مذہبی شعائر سے دلچسپی دیکھ کر اس کے بہکاوے میں آگئے اور حکومت کے طرفدار ہو گئے۔

تحریک کا نقطہ آغاز:

محمد خالد فاروقی تحریک کے نقطہ آغاز کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"مذہبی مراکز کی اس حالت نے امام خمینیؒ کو اپنے دینی ذمہ داریوں کا اور زیادہ احساس دلایا۔ حکومت کے لیے مسودہ قانون نے انہیں اپنے اسلامی فریضے اور تاریخی مشن کا آغاز کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ وہ حکومت کے اس مسودہ قانون کے خلاف جو دراصل اسلام کو زک پہنچانے کے لیے وضع کیا گیا تھا ایران کے مسلمانوں میں تحریک پیدا کر سکتے تھے وہ جس نقطہ آغاز کے متلاشی تھے۔ وہ انہیں مل گیا تھا۔"(۳۳)

پہلا سیاسی اجتماع:

اس قانون کے منظور ہونے اور منظر عام پر آتے ہی امام خمینیؒ نے بلا تاخیر علماء قم کا اجتماع اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے طلب کیا۔ یہ اجتماع مرحوم حاج شیخ عبد الکریم حائری کے مکان پر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں امام خمینی کا کردار نمایاں رہا۔ جس کے متعلق حمید انصاری لکھتے ہیں:

"شاہ کے اصل عزائم کو بے نقاب کرنے کے علاوہ علماء اور دینی مدارس کی بھاری ذمہ داری کا احساس دلانے میں امام خمینیؒ کا کردار بہت ہی اہم اور مؤثر تھا۔"(۳۴)

امام خمینیؒ نے اس موقعے پر نہایت پر سوز و پر جوش تقریر کی اور حکومت کے اسلام دشمن اقدامات کا ذکر کرتے ہوئے علماء و زعماءِ اسلام کی ذمہ داریاں یاد دلائیں اور ان سے کہا کہ

"اگر اس نازک موقع پر ہم نے کسی سستی اور تاخیر سے کام لیا تو اسلام کو شدید نقصان پہنچے گا۔ ملت و ممالکِ اسلامیہ سقوط و زوال سے دوچار ہو جائیں گے اور خدا اور رسول کے سامنے جوابدہ اور ذمہ دار قرار پائیں گے۔"(۳۵)

امام خمینی کی تجویز پر ان تمام علماء نے جو اس وقت اجلاس میں شریک تھے بہ اتفاق حسب ذیل تجاویز منظور کر لیں۔

۱۔ رضا خان کو ایک تار ارسال کیا جائے جس میں واضح طور پر بتایا جائے کہ علمائے اسلام اس تصویب نامے کی مذمت کرتے ہیں اور اس کو فوری طور پر مسترد کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۲۔ مقامی اور غیر مقامی علماء کو ان خطرات سے مطلع کیا جائے جو اس تصویب نامہ کے اجراء سے اسلام اور ملت ایران کو درپیش ہیں اور انہیں بھی اس کے خلاف جدوجہد میں عملی شرکت کرنے کی دعوت دی جائے۔

۳۔ باہمی مشورہ اور حالات پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے ہفتہ میں ایک بار اور اگر ضروری ہو تو کئی بار علمائے قم کا اجلاس منعقد کیا جائے اور جب تک اس تصویب نامہ کے خلاف جنگ جاری رہے اس سلسلے میں متحد اور متفقہ کوشش

جاری رکھی جائے۔

۴۔ امام خمینی کی طرف سے ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی کہ اس تار کے متن کو اخبارات میں بھی شائع کیا جائے تا کہ دیگر علماء اور روحانی پیشوا نیز ایران کے عوام اس تصویب نامہ کے مضمرات سے واقفیت حاصل کر سکیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس سلسلے میں اسلامی رہنماؤں کے نظریات کیا ہیں اور وہ کیا حکمت عملی عمل میں لا رہے ہیں۔(۳۶)

ان دنوں حضرت فاطمہؓ کا یوم وفات قریب تھا اور پورے ایران میں عزاداری کی محفلیں برپا تھیں، مقررین اور خطیبوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے انھیں حکومت کی غیر اسلامی پالیسیوں سے آگاہ کیا اور انھیں اس مسئلے کی اہمیت کا احساس دلا کر انہیں اس قانون شکن اور مذہب و ملت کی بدخواہ حکومت کے خلاف جدوجہد کا درس دیا۔(۳۷)

شاہ اور وزیر اعظم کے خلاف امام خمینی کے ٹیلگراموں کا لہجہ بہت تیز اور دھمکی آمیز تھا۔ آپ کے ایک ٹیلگرام میں کہا گیا تھا:

"میں ایک بار پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خداوند متعال اور آئین کی پیروی کے لیے اپنا سر خم کرو، قرآن مجید، علمائے قوم اور مسلم عمائدین کے احکام کی خلاف ورزی کے سخت نتائج سے ڈرو، جان بوجھ کر کسی وجہ کے بغیر ملک کو خطرات سے دوچار نہ کرو۔ ورنہ علمائے اسلام تمہارے خلاف بولنے سے دریغ نہ کریں گے"(۳۸)

اس تار کا متن جو "نو دستخطوں کا اعلامیہ" کے نام سے مشہور تھا اسے خود امام خمینیؒ نے لکھا۔ جس پر قم کے صف اول کے ۹ مراجع اور علماء کے دستخط تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مرتضی الحسینی النگرودی

۲۔ احمد الحسینے الزنجانی

۳۔ محمد حسین طباطبائی

۴۔ محمد حسین الموسوی الیزدی

۵۔ محمد رضا الموسوی الگپایئگانی

۶۔ سید کاظم شریعتمداری

۸۔ عاشمی الاملی
۷۔ روح اللہ الموسوی الخمینی
۹۔ مرتضی الحائری (۳۹)

شاہ ایران کو تار لکھنے کے چھ دن بعد شاہ کا جوابی تار موصول ہوا جس میں سار امعاملہ وزیر اعظم پر ڈال دیا گیا۔ علماء قم دوبارہ اکھٹے ہوئے اور براہ راست وزیر اعظم کو ٹیلی گراف بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں اس قرار داد کی تنسیخ کا مطالبہ کیا جائے۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں وزیر اعظم کے نام تار میں اس مسئلہ پر غم و غصہ کا اظہار یوں کیا گیا کہ :"ایران کی علمائے کرام، مقامات مقدسہ اور تمام خلافِ شرع امور میں قطعاًخاموش نہیں ہوں گے اور خدا کی قوت اور مدد سے خلافِ اسلام باتیں کبھی قانون نہیں بن سکیں گی"(۴۰)

وزیر اعظم کی طرف سے تقریباًایک ماہ تک کوئی جوابی تار موصول نہ ہونے پر شدید احتجاج کیا گیا۔ جیسے جیسے جوابی تار میں دیر ہوتی گئی احتجاج بڑھتا گیا۔ علماء اور عوام نے جگہ جگہ جلسوں کا انعقاد کر کے امام خمینیؒ اور دوسری علمائے کرام کے ساتھ اظہار یک جہتی اور قرار داد کی منسوخی کا مطالبہ دہرایا جانے لگا۔ آخر کار نا ختم ہونے والے احتجاج، مجالس اور علماء کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت نے سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر اور اپنی حکومت کے تحفظ کے لیے اپنے الفاظ واپس لے لیے اور علماء کی تحریک کو سیاسی میدان میں فتح نصیب ہوئی۔

گروہ مجاہدین کا قیام:

اس قرار داد کی منسوخی کے لیے ہر طبقہ سراپا احتجاج بن گیا۔ امام خمینیؒ کی پر جوش تقاریر سے نہ صرف علماء متحد ہو گئے بلکہ اس کے ساتھ دانش گاہ تہران کے طلباء بھی حکومت کے اقدام کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے اور امام خمینیؒ کی ہدایت کے مطابق انہوں نے گروہ مجاہدین کے نام سے ایک تنظیم قائم کر لی۔ اس تنظیم کا مقصد اسلامی انقلاب کے لیے راہ ہموار کرنا تھا۔(۴۱)

اور بعد میں یہی گروہ تحریکِ اسلامی کے کاموں میں معاون و مددگار کے طور پر سامنے آیا۔ اس طرح امام خمینیؒ نے ملک کے اندر اور باہر کے علماء کو ملکی صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے خصوصی پیغامات بھیج کر، اپنے گھر پر اجتماعات اور مجالس

میں حکومت کے غیر اسلامی اقدامات پر سخت تنقید کر کے لوگوں کو اسلامی تحریک میں حصہ لینے پر آمادہ کرتے رہے۔ اس طرح امام خمینیؒ نے لوگوں کو سیاست میں شرکت اور باطل کے خلاف جدوجہد پر آمادہ کر کے اسلامی تحریک کو سیاسی میدان میں اتارا۔ جس کا نتیجہ بعد میں اسلامی انقلاب کی صورت میں بر آمد ہوا۔

تحریک اسلامی کا بنیادی نظریاتی فلسفہ اور طریق کار

تحریک اسلامی کس فلسفہ کے تحت کام کرتی رہی۔ اس کے متعلق ڈاکٹر شاہین نے پانچ نکات کو بیان کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ دعوت و تبلیغ

۲۔ تنظیم و تربیت

۳۔ طاغوت کے خلاف جدوجہد اور کشمکش

۴۔ ہجرت

۵۔ جہاد، شہادت اور کامیابی۔ (۴۲)

۱۔ دعوت و تبلیغ:

تحریک اسلامی کے کام کا پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ کا تھا۔ امام خمینیؒ نے تحریک اسلامی کو عوامی اور سیاسی تحریک بنانے سے قبل دعوت و تبلیغ پر توجہ دی۔ ۱۹۴۳ء تا ۱۹۵۳ء کے عرصہ میں دعوت و تبلیغ اور کردار سازی پر کام کیا گیا۔ امام خمینیؒ نے اپنے کام کا آغاز ایک استاد کی حیثیت سے کیا۔ علماء کی تیاری کے ساتھ ساتھ عمومی افراد کی تربیت کے لیے بھی خصوصی اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا۔ ان اجتماعات سے متعلق محمد خالد فاروقی لکھتے ہیں کہ

"ان اجتماعات میں امام خمینی جو درس دیتے اس کا مقصد لوگوں میں دینی شعور پیدا کرنا، تہذیبِ نفس اور تزکیہ اخلاق کے ذریعے ان کے کردار کی تعمیر کرنا تھا۔" (۴۳)

۲۔ تنظیم و تربیت

دعوت و تبلیغ کے ساتھ دوسرا اہم کام تنظیم و تربیت کا تھا۔ جس میں لوگوں کو ایک مرجع آیت اللہ بروجردی کی قیادت میں اکٹھا کیا گیا۔

۳۔ طاغوت کے خلاف جدوجہد اور کشمکش:

ایران میں اسلامی انقلاب لانے والی اسلامی جماعت اپنے فلسفہ انقلاب کو بہت اہمیت دیتی ہے۔ اسکے نزدیک ہر دور کا حقیقی طاغوت ملوکیت ہے۔ چاہے وہ دور قبل اسلام کے انبیاء کا ابرہیمی یا موسوی دور ہو یا بعدِ اسلام کے انقلابی امام خمینی کا دور ہو۔ ہر جگہ ملوکیت غیر اللہ کی حمایت میں اپنا خاص کردار ادا کرتی ہے۔ اسلامی تحریک بھی وہیں نمودار ہوتی ہے۔ جہاں طاغوت موجود ہوتا ہے۔(۴۴) اس تحریک اور طاغوت کی کشمکش کے حوالے سے سید اسعد گیلانی لکھتے ہیں کہ

"ان کے خیال میں ہر اسلامی تحریک کو کسی نہ کسی طاغوت سے واسطہ پڑتا ہے اور طاغوت وہی ہوتا ہے جو اپنی سرکشی سے خدا کے قانون کو نظر انداز کر کے اپنے احکام جاری کرتا ہے۔ وہ طاغوت جو ہر اسلامی تحریک کا حریف ہوتا ہے اس کے بارے میں آگاہی بہت ضروری ہے۔"(۴۵)

۱۹۶۱ء کا سال شاہ ایران کے خلاف آقائی خمینیؒ کی بے مثال جدوجہد کے آغاز کے طور پر یاد کیا جائے گا۔(۴۶) ۱۹۶۱ء کے بعد کا دور سخت جدوجہد اور کشمکش کا دور تھا۔ عوام کے احتجاج، ہڑتالوں اور نعروں کے جواب میں ساواک (شاہ کی پولیس) کی طرف سے ان کی آواز کو دبانے کے لیے ظلم وستم کی انتہا کر دی جاتی۔ ۱۹۷۰ء میں ایران میں ایک لاکھ سے زیادہ سیاسی قیدی تھے۔ جینوا میں قائم "قانون کے بین الاقوامی کمیشن" کے مطابق" اس حقیقت کے لاتعداد شواہد موجود ہیں کہ پوچھ گچھ کے دوران ان سیاسی افراد کو ممنوعہ نفسیاتی اور جسمانی اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا" ان میں سے بہت سے ایسے تھے جنہیں زدوکوب کیا گیا، لوہے کی گرم سلاخوں یا تاروں سے مارا پیٹا گیا، سگریٹوں سے جلایا گیا اور گرم لوہے سے داغا گیا۔ آیت اللہ خمینیؒ کے الفاظ میں:

"اس نے (شاہ ایران) نے نوجوانوں کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا۔ انہیں آگ کے شعلوں کی نظر کیا گیا اور ان کے اعضائے جسم کاٹ دیے گئے۔"(۴۷)

غرض یہ کہ جدوجہد اور کشمکش کا یہ دور انتہائی سخت رہا۔ لیکن تحریک کے کارکنان (عوام) کے پایہء استقلال میں کوئی لرزش واقع نہ ہوئی۔

۴۔ ہجرت:

ڈاکٹر شاہین ہجرت کے مرحلے کی وضاحت یوں کرتی ہیں کہ

"یہ یاد رہے کہ ہجرت بھی انقلاب اسلامی کے لیے ایک ناگزیر مرحلہ ہے اور اسکی دلیل حضور اکرم ﷺ کی اسلامی تحریک کی مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت ہے۔ ڈاکٹر شریعتی مشہور انقلابی دانشور حسینیہ ارشاد کے عظیم اجتماعات میں اس موضوع پر کثرت سے اظہار خیال کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جہاد سے پہلے ہجرت ضروری ہے۔ ہجرت نفس سے اللہ کی مرضی منوانے میں بھی ہے لیکن یہ صرف داخلی طور پر نفسِ انسانی کی تربیت کا مرحلہ ہے۔ حقیقی ہجرت یہی ہے کہ انسان مال و دولت، گھر بار، کاروبار اور عزیز و اقارب سے کٹ کر تحریکِ اسلامی کے لیے جدوجہد کرے۔"(۴۸)

سید اسعد گیلانی نے اپنے "دورہ ایران" میں ڈاکٹر شاہین سے ملاقات میں ہجرت سے متعلق سوال کیا کہ اس ضرورت کو ایران میں کیسے پورا کیا؟ اس کے جواب میں ڈاکٹر شاہین نے کہا کہ:

"ہم نے ہزاروں کی تعداد میں نوجوانوں کو ملک سے باہر بھیج کر یہ ضرورت پوری کی اور وہ ملک سے باہر جا کر ہماری لیے بہت مدد و معاون ہوئے۔ تحریک کی کامیابی میں اس ہجرت کا بہت بڑا دخل ہے۔ ہم نے اس طرح افراد بھی تیار کئے اور طاغوت کے خلاف جدوجہد بھی کی۔ ظاہر ہے کہ جہاد کے لیے تیاری کرنا اسلامی تحریک کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہوتا ہے۔"(۴۹)

۶۔ جہاد، شہادت اور کامیابی:

تحریک اسلامی نے انقلاب سے قبل جس جذبہ جہاد اور شوق شہادت کا ثبوت دیا اسی نے انہیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ امام خمینیؒ اپنے کارکنان کو جہاد اور شہادت پر ابھارتے۔ وہ اسے حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کا اسوہ حسنہ قرار دیتے۔ جیسا کہ ایک جگہ وہ اپنے تقریر میں کہتے ہیں کہ

"ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ ہمارے جوانوں کا پاک وطیب خون اسلام کی راہ میں نچھاور ہوا ہے۔ ہمیں پرواہ نہیں کہ ہمارے ان عزیز نوجوانوں کو شہادت نصیب ہوئی ہے یہ تو امیر المؤمنین کے شیعہ کا وہ پسندیدہ شیوہ ہے جو اس نے ابتدائے اسلام سے اختیار کر رکھا ہے۔ اسلام اور شیعوں کی فداکاری و جانبازی ہمیشہ ساتھ ساتھ رہی ہے۔ صدرِ اسلام میں اسلام کی عظیم شخصیت، دنیا کی بے نظیر ہستی امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے اپنے مجاہدانہ کردار سے اسلام کو ترقی دی، اسے شگفتگی عطا کی۔ امیر المؤمنین اپنے شیعوں کے ہمراہ ہر میدان جنگ میں آگے آگے رہے۔ آپؓ کی اولاد طاہرین مثلاً سید الشہداء امام حسینؓ نے قیام کیا، تحریک چلائی اور اپنے خون کو اسلام کی راہ میں نچھاور کیا یا ہمارے باقی آئمہ نے تقیہ کے پردے کے پیچھے سے اسلام کی ترویج کی، قرآن کی تائید کی۔ ان کے بعد صرف شیعیان علیؓ ہی تھے جو ظالموں اور جابروں کے مقابلے

پر آئے۔ عصر حاضر میں بھی صرف آپ شیعیان علیؑ ہیں جو آمروں اور بڑی طاقتوں کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں اور آپ نے اپنے خالی ہاتھوں (مکوں) سے ٹینکوں اور توپوں کو شکست دی ہے۔۔۔۔ اسلام شیعوں کی وجہ سے زندہ ہے۔ علیؑ کے شیعوں کی پے درپے تحریکوں نے اسلام کو زندہ رکھا ہے۔"(۵۰)

ایران کی اسلامی تحریک نے اس انقلابی جدوجہد میں جس عزم وارادے اور جرات وبہادری کا ثبوت دیا وہ بھی بے مثال ہے اور اس تحریک کے عزم وارادے کو توڑنے اور ایک فرد واحد کا اقتدار باقی رکھنے کے لیے انسانیت کو ٹینکوں، ہیلی کاپٹروں اور توپوں کے زور سے جس طرح اڑایا گیا وہ بھی بے مثال ہے۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے آخری مرحلے میں جو عظیم الشان انقلابی کشمکش ہوئی اس میں نہتے شہریوں اور اسلام کے لیے آزادی چاہنے والوں نے خدا اور رسول کی خاطر جو قربانیاں دی ہیں وہ حیرت ناک اور تاریخِ انقلاب کا سنہرا خونیں باب ہے۔ انہیں قربانیوں میں سے گزر کر کوئی قوم سر سے پا تک خون میں نہانے سے زندہ وجاوید ہو جاتی ہے۔ ایرانی اسلامی انقلابیوں کے الفاظ میں: قطرہ خون شہید گل سرخ برائے ہدیہ ملت است

خونِ شہید کا ہر قطرہ ملتِ اسلامیہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے ایک سُرخ پھول ہے۔

ایسے لاتعداد پھول مجاہدوں نے بر سرِ میدان پیش کئے تو ملت اور اس کا دین دونوں آزاد اور سربلند ہوگئے۔(۵۱)

مندرجہ بالا حکمتِ عملی اختیار کرکے مختلف مراحل سے گذر کر آخر کار ۱۹۷۹ء میں یہ تحریک ایران میں اسلامی انقلاب لانے میں کامیاب ہوئی۔ ایران میں اسلامی انقلاب کے بعد دشمنان اسلام نے اس انقلاب کے اثرات کو کم کرنے کے لیے مسلمانوں میں شیعہ سنی اختلافات کو ہوا دینا شروع کر دی اور ایران کے انقلاب کو "شیعہ انقلاب" کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ تو ایسے موقع پر مولانا مودودیؒ نے جماعت اسلامی کا ایک وفد نہ صرف ایران بھیجا بلکہ اس انقلاب کو "اسلامی انقلاب" بھی قرار دیا اور دیگر اسلامی تحریکوں کو اسکے ساتھ تعاون کرنے کی اپیل کی۔ "امام خمینیؒ کا انقلاب ایک اسلامی انقلاب ہے۔ اس انقلاب کے پیشرو وہ جوان ہیں جنہوں نے دوسری تحریکوں میں تربیت حاصل کی ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو خصوصاً آزادی کی تحریکوں کو اس کی حمایت کرنی چاہیے اور تمام میدانوں میں اس کے ساتھ تعاون کرے "(۵۲) امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اور اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل کرنے کا راستہ اتحاد امت میں ہی پوشیدہ ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کے لیے اٹھنے والی تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ آپس میں ربط وتعاون رکھیں اور ایک دوسرے کے لیے معاون ومددگار ثابت ہوں تاکہ اسلام مخالف تحریکوں کے مقابلے میں بنیان مرصوص بنا جاسکے۔

حوالہ جات

۱۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری-انقلاب ایران کے اثرات-کراچی: زرافشاں عسکری-اول ۲۰۰۳ء-ص ۴

۲۔ ایضاً-ص ۱۲ ۳۔ ایضاً

۴۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت-ص ۲۳

۵۔ ایضاً-ص ۸۳

۶۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری-انقلاب ایران کے اثرات-ص ۸۳

۷۔ مسیح مہاجری-اسلامی انقلاب اور اقوام عالم کا مستقبل-ترجمہ شیخ مسرور حسن مبارکپوری-سازمان تبلیغات اسلامی-۱۴۰۵ھ-ص ۱۶

۸۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری-انقلاب ایران کے اثرات-ص ۸۴

۹۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-ص ۸۳

۱۰۔ حمید انصاری-سخن بیداری-ایران: موئسسہ تنظیم ونشر وآثار امام خمینیؒ-بین الاقوامی امور-دوئم ۲۰۰۵-ص ۳۳

۱۱۔ سعید حیدر زیدی-امام خمینی کی شخصیت وافکار-کراچی: دارالثقلین-۲۰۱۴-ص ۱۹۳

۱۲۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-ص ۸۵

۱۳۔ حمید انصاری-سخن بیداری-ص ۴۲

۱۴۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-ص ۸۶

۱۵۔ محمد خالد فاروقی-ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد-کراچی: الاخوان پبلی کیشنز-۱۹۷۹-ص ۴۱

۱۶۔ ایضاً-ص ۴۱

۱۷۔ حمید انصاری-سخن بیداری-ص ۴۱

۱۸۔ محمد خالد فاروقی-ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد-ص ۴۵

۱۹۔ ایضاً-ص ۴۱

۲۰۔ ایضاً-ص ۴۲

۲۱۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری-انقلاب ایران کے اثرات-ص ۳۱

۲۲۔ محمد خالد فاروقی۔ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد۔ص ۳۱،۳۲

۲۳۔ ایضاً۔ص ۴۱،۴۲

۲۴۔ ایضاً۔ص ۴۲

۲۵۔ حمید انصاری۔ سخن بیداری۔ص ۴۴

۲۶۔ محمد خالد فاروقی۔ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد۔ص ۴۵

۲۷۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری۔انقلاب ایران کے اثرات۔ص ۳۶

۲۸۔ ایضاً۔ص ۱۳۱

۲۹۔ محمد خالد فاروقی۔ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد۔ص ۴۷

۳۰۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری۔انقلاب ایران کے اثرات۔ص ۳۵

۳۱۔ مسیح مہاجری۔اسلامی انقلاب اور اقوام عالم کا مستقبل۔ص ۲۴

۳۲۔ حمید انصاری۔ سخن بیداری۔ص ۵۵

۳۳۔ محمد خالد فاروقی۔ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد۔ص ۵۱

۳۴۔ حمید انصاری۔ سخن بیداری۔ص ۵۶

۳۵۔ محمد خالد فاروقی۔ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد۔ص ۵۳

۳۶۔ محمد اسحاق۔امام خمینی کی شخصیت اسلامی انقلاب کے رہبر کی حیثیت سے۔(مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی)۔کراچی: کلیہ معارف اسلامی۔جامعہ کراچی۔۲۰۱۳ء۔ص ۹۶

۳۷۔ سعید حیدر زیدی۔امام خمینی کی شخصیت وافکار۔ص ۱۹۵

۳۸۔ حمید انصاری۔ سخن بیداری۔ص ۸۶

۳۹۔ محمد اسحاق۔امام خمینی کی شخصیت اسلامی انقلاب کے رہبر کی حیثیت سے۔ص ۹۷

۴۰۔ سعید حیدر زیدی۔امام خمینی کی شخصیت وافکار۔ص ۱۹۵

۴۱۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری۔انقلاب ایران کے اثرات۔ص ۳۸

۴۲۔ سید اسعد گیلانی۔سفر نامہ ایران۔ص ۸۸

۴۳۔ محمد خالد فاروقی-ایران میں اسلامی انقلاب کی قائد-ص ۳۲

۴۴۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-ص ۵۶

۴۵۔ ایضاً-ص ۶۳

۴۶۔ حسین ڈاکٹر مرزا عسکری-انقلاب ایران کے اثرات-ص ۳۶

۴۷۔ ایضاً-ص ۹۹

۴۸۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-ص ۸۸

۴۹۔ ایضاً-ص ۹۹

۵۰۔ سعید حیدر زیدی-امام خمینی کی شخصیت وافکار-ص ۲۳

۵۱۔ سید اسعد گیلانی-سفر نامہ ایران-ص ۹۳، ۹۴